لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

شیخ عبد الخالق صدنی۔ مرکز دعوۃ الجالیات۔ الکویت

اللہ رب العزّت نے تخلیقِ کائنات کی حکمت اور غرض وغایت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایاہے ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ (الذاریات:۵۶) ترجمہ:''میں نے بنی نوع انسان اور جنّات کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیاہے''۔آیت مبارکہ کے پیشِ نظر کلمہء توحید اسلام کی اساس ہے' یہی سبب ہے کہ یہ کلمہ تمام انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا مرکز ومحور رہا ہے' ارشاد ربّانی ہے: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ أُمَّةٍ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ (النحل: 36) ترجمہ: ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا اور اس کے ذریعے سب کو خبردار کیا کہ اللہ کی عبادت کرو اور غیر اللہ کی بندگی سے بچو'' اور اسی دعوت کو عام کرنے کے لئے اللہ تعالی نے آسمان سے کتبِ مقدسہ اور صحائف مطھّرہ نازل کئے' ارشاد ہے:﴿هٰذَا بَلَاغٌ لِلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَاحِدٌ وَلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ (ابراھیم: 52) ترجمہ: یہ لوگوں کے لئے ایک پیغام ہے جو اس لئے بھیجا گیا ہے کہ انہیں خبردار کیا جائے اور وہ اس حقیقت سے آشنا ہوں کہ معبودِ حقیقی ایک ہی ہے اور عقل مند لوگ ہوش میں آجائیں۔

اسی لئے علاّمہ ابی العزّ ؒ فرماتے ہیں:''فالتوحید اوّل مایدخل بہ فی الاِسلام وآخر مایخرج بہ من الدنیا وھو اُول واجب وآخر واجب'' (شرح العقیدۃ الطحاویۃ: 78) ''توحید کے ساتھ ہی انسان اسلام میں داخل ہوتا ہے اور دنیا سے جاتے وقت بھی انسان کااس پریقین ہوناضروری ہے' لہذا یہ پہلا اور آخری واجب ہے۔''

جب کلمہء توحید اسلام کی اساس اور تمام انبیاء علیہم السلام کی دعوت ہے اور اسی پر جزا اور سزا کا انحصار ہے تو ہر کلمہ گو کیلئے ضروری ہے کہ اس کا مفہوم ومقصود اور اس کے تقاضوں سے آگاہی حاصل کرے' جیسا کہ الوزیر ابوالمظفر اپنی کتاب ''الاِفصاح'' میں لکھتے ہیں:''لا اِلہ اِلاّ اللہ کے اقرار کرنے والے کو لازم ہے کہ وہ لااِلہ اِلا اللہ کے مطلب کو خوب اچھی طرح سمجھتا ہو' جیسا کہ ارشادِ باری ہے: ﴿ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ (محمد:20) ترجمہ:'' خوب اچھی طرح جان لو کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے''۔

کلمہ طیّبہ'' لا اِلہ اِلاّ اللہ'' نفی اور اثبات دونوں کو متضمن ہے''لااِلہ'' اللہ تعالی کے سوا ہر چیز سے الوہیت کی نفی کرتا ہے اور''اِلاّ اللہ'' اللہ کے لئے الوہیت ثابت کرتاہے۔لہذا'' لا اِلہ اِلاّ اللہ'' کا مفہوم یہ ہوا ''اللہ تعالی کے سوا کوئی سچّا معبود نہیں ہے'' اور یہی مفہوم منشا الٰہی کے عین مطابق ہے' ارشاد باری ہے: ﴿ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (آل عمران:18) ترجمہ: اللہ تعالی نے خود اس بات کی شہادت دی ہے کہ اس کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں ہے اور تمام فرشتے اور اہلِ علم بھی حق وانصاف کے ساتھ اس پر گواہ ہیں کہ اس عزیز وحکیم کے سوا واقعتاً کوئی معبودِ برحق نہیں ہے''۔

لفظ " اللہ " کا مفہوم۔ لفظ جلالہ ''اللہ'' خالقِ کائنات کا اسمِ اعظم ہے اور اس بات کے سبھی قائل ہیں کہ لفظ ''اللہ'' باری تعالیٰ کے تمام اسمائے حسنیٰ کے معانی اور صفاتِ علیا کو جامع ہے اور یہ اسم مبارک ''اللہ'' جلّ شانہ کے علاوہ کسی اور کے لئے بولنا حرام ہے۔ اس کا معنیٰ ومفہوم مفسّر قرآن حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''ھو الذی یألھہ کلّ شیءٍ ویعبدہ کلّ خلق'' ترجمہ: اللہ تعالیٰ وہ ذاتِ کبریا ہے جسے ہر شے اِلٰہ مانتی اور جس کی تمام مخلوق عبادت کرتی ہے۔ اور امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: " فاللّٰہ اسم للموجود الحق الجامع لصفات الإلٰهية ، المنعوت بنعوت الربوبية المنفرد بوجود الحقيقي لاإلٰه إلّا هو سبحانه "(تفسیر القرطبی: 1/ 73)

ترجمہ: اسم مبارک ''اللہ'' اس ذاتِ برحق کا نام ہے جو واجب الوجود اور الوہیت کی تمام صفات کا حق دار اور ربوبیت کے تمام اوصاف سے موصوف اور وجودِ حقیقی میں منفرد ہے اور اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے۔''

'' **إله** '' **کا مفہوم** = حافظ ابن رجب۔ فرماتے ہیں: ''اِلٰہ'' اس ذات کو کہا جاتا ہے جس کی ہیبت، جلال، محبت، خوف، اس سے امید، اس پر بھروسے اور اس سے سوال ودعا کے پیش نظر اس کی اطاعت کی جائے، اس کی نافرمانی نہ کی جائے یہ سب کچھ اللہ عزّ وجل کے علاوہ اور کسی کے بھی شایان شان نہیں''۔

اور شیخ الاِسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اِلٰہ'' کا معنیٰ معبود ہے اور وہ معبود جو عبادت کا استحقاق رکھتا ہو اور اس کے مستحق عبادت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایسے اوصاف سے متصف ہے جن کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ آخری درجہ کی محبت کا حقدر وہی محبوب ہو اور انتہائی اطاعت اور فرمانبرداری کا اظہار اسی کے لئے ہو، پس ''اِلٰہ'' ہی وہ محبوب اور معبود ہے کہ دل محبت سے جس کی عبادت کریں، اس کی طاعت بجالائیں، اس کے لئے عجز ونیازمندی کا اظہار کریں، اس سے خوفزدہ ہوں، اس سے امیدیں وابستہ رکھیں، دشواریوں میں اسکی طرف رجوع کریں، مشکلات میں اسی کو پکاریں، اپنے مفادات میں اسی پر بھروسہ کریں، اسی کے پاس جائے پناہ تلاش کریں، اسی کی محبت میں سکون پائیں، ان تمام اوصاف کا حامل اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں، اسی لئے کلمہ طیّبہ ''لا اِلٰہ اِلاّ اللہ'' سب سے بڑھ کر سچّا کلام ہے اور صدقِ دل سے اسے پڑھنے والے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے والے، حزب اللہ ہیں اور اس کے منکر اللہ کے دشمن اور اس کے غضب وانتقام کے سزاوار ہیں، جب یہ کلمہ صحیح ہوگیا تو اس کے ساتھ ہی تمام مسائل ازخود حل ہوجائیں گے اور جس شخص کا یہ کلمہ ہی صحیح نہ ہو تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کے علم اور عمل میں فسادِ عظیم پیدا ہوجائے گا''۔

ارشادِ الٰہی ہے: ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَالْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ﴾ (الحج:62) ترجمہ: یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہی برحق ہے اور اس کے سوا یہ جنہیں پکارتے ہیں وہ باطل ہیں''۔ یہ معبودیت کا حق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا ہے اور کلمہء توحید کا تقاضا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو اسکی ذاتِ بابرکات اور صفاتِ کمال میں وحدہٗ لاشریک لہٗ سمجھے اور خالق ومخلوق کے فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے خالقِ کائنات کو اسکی مخلوق پر قیاس نہ کرے اور نہ اس سے تشبیہ

دے اور نہ ہی اللہ تعالی کی صفاتِ باکمال کا مستحق اس کی مخلوق کو ٹھرائے۔

توحید کا مفہوم = توحید (لغوی اعتبار سے) وَحَّدَ یُوَحِّدُ سے مصدر ہے' یعنی کسی چیز کو ایک اور اکیلا تسلیم کرنا اور یہ نفی اور اثبات کے ذریعے ہی ثابت ہوتا ہے' یعنی اللہ کی توحید کا اقرار کرنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کی الوہیت کی نفی کرنا' توحید کو ثابت کرنے کا یہی طریقہ صحیح ہے اور توحید اس وقت تک توحید کہلا ہی نہیں سکتی جب تک کہ نفی اور اثبات دونوں کا بیک وقت بیان نہ ہو' جیسا کہ کلمہ طیّبہ سے ظاہر ہے۔

ارشادِ باری ہے: ﴿ اُعْبُدُوااللّٰہَ مَالَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہُ ﴾ (ھود: 50) ترجمہ: ''ایک اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی اِلہ نہیں ہے''۔ لہذا جو شخص اللہ کی الوہیت کا اقرار بھی کرے اور ساتھ ساتھ اللہ کے علاوہ اس کی مخلوق کو رزق دینے والا' اولاد دینے والا' نفع ونقصان کا مالک' حاجت روا' مشکل کُشا' الغرض اللہ تعالی کی خصوصیات میں اللہ کی مخلوق کو شریک بھی کرے تو ایسا شخص مؤحد نہیں کہلاسکتا' کیونکہ الوہیت وہ جامع وصف ہے جو تمام صفاتِ کمال کو شامل ہے' لہذا توحید کی جامع تعریف یوں ہے: ''جو اوصاف اور اختیارات اللہ کے لئے خاص ہیں' ان میں اللہ کو تنہا اور یکتا ماننا''۔

توحید کی اقسام =اہلِ علم نے توحید کی تین اقسام بیان کی ہیں' تاکہ توحیدِ باری تعالی کا حقیقی مفہوم اور اس کے تمام تر تقاضوں سے آگاہی ہوسکے: 1۔توحیدِ رُبوبیت (اختیارات ماننے میں توحید) 2۔توحیدِ اُلوہیت (عبادت کرنے میں توحید) 3۔توحیدِ اسماء وصفات (اللہ تعالی کے اسماء وصفات میں توحید)

توحیدِ ربوبیت: اللہ تعالی کو تخلیقِ کائنات' حاکمیت اعلی اور تدبیر کائنات میں یکتا اور تنہا تسلیم کیا جائے' دوسرے لفظوں میں اللہ تعالی اپنی پوری کائنات کا خالق ومالک' رزّاق اور اکیلا ہی پوری کائنات کا نظام چلانے والا ہے' وہی حاکمِ مطلق ہے' کوئی اس کا وزیر' مُشیر اور شریکِ کار نہیں' وہی موت وحیات کا مالک اور وہی مختارِ کُل اور قادرِ مطلق ہے' جو چاہے' جب چاہے اور جیسے چاہے کرنے پر قادر ہے' اسے کوئی مجبور نہیں کرسکتا' وہ غنی ہے اور پوری کائنات اس کی محتاج ہے۔ ارشادِ ربّانی ہے: ﴿ ھَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰہِ یَرْزُقُکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ﴾ (فاطر: 3) ترجمہ: ''کیا اللہ کے سوا بھی کوئی خالق ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہو؟ اس کے علاوہ کوئی دوسرا حقیقی معبود نہیں''۔ اور معبودانِ باطلہ کی نفی کرتے ہوئے اللہ تعالی فرماتے ہیں: ﴿ اَفَمَنْ یَّخْلُقُ کَمَنْ لَّا یَخْلُقُ اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ ﴾ (النمل: 17) ترجمہ: کیا جو پیدا کرتا ہے اور جو پیدا نہیں کرسکتا' کیا دونوں برابر ہونگے؟'' اور اپنی بادشاہت کا اعلان کرتے ہوئے ارشادِ باری ہے: ﴿ تَبَارَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴾ (الملک: 1) ''بڑی بابرکت ذات ہے وہ جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے''۔ اور پوری کائنات کا نظام چلانے والا' مختارِ کُل' حاجت روا اور مشکل کشا بھی اللہ تعالی کی ذاتِ بابرکات ہے' کس قدر جامع ارشاد ہے: ﴿ اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبَارَکَ اللّٰہُ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ ﴾ (الأعراف: 54) ''سن لو! ساری مخلوق اللہ کی ہے اور حکم بھی اسی کا چلتا ہے' بہت ہی بابرکت ہے اللہ رب العزت جو سارے جہانوں کا رب ہے''۔

توحیدِ اُلوهیت = توحید الوہیت کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کسی قسم کی عبادت اور یا عبادت کا کوئی حصّہ اللہ تعالی کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے مخصوص نہ کرے' خواہ وہ کوئی مقرب فرشتہ ہو یا نبی علیہ السلام ہو یا کوئی اور نیک انسان یا کوئی بھی دوسری مخلوق ہو' اس لئے کہ عبادت خالق کا حق ہے اور تمام مخلوق اس کی عبادت گزار ہے۔ اور تمام انبیاء علیہم السلام نے یہی دعوت پیش کی ہے اور یہی قرآنی تعلیمات کا خلاصہ ہے' ارشادِ باری ہے: ﴿ الٓرٰ ☆ كِتَابٌ اُحۡكِمَتۡ آيَاتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتۡ مِنۡ لَّدُنۡ حَكِيۡمٍ خَبِيۡرٍ ☆ اَلَّا تَعۡبُدُوۡا اِلَّا اللّٰه اِنَّنِیۡ لَكُمۡ مِّنۡهُ نَذِيۡرٌ وَّبَشِيۡرٌ ﴾ (ھود: 2-1) ترجمہ: ''الر' یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیات محکم کی گئیں' پھر صاف صاف بیان کی گئی ہیں ایک حکیم باخبر کی طرف سے' یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو' میں تم کو اللہ کی طرف سے ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں''۔ 2) ﴿ إِنِ الۡحُكۡمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡا اِلَّا اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيۡنُ الۡقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴾ (یوسف: 40) ترجمہ: ہر قسم کی بادشاہت اللہ ہی کے لئے ہے' اس نے حکم دیا ہے کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو' یہی مضبوط دین ہے' لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے''۔ 3) ﴿ وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡا اِلَّا اِيَّاهُ وَبِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا ﴾ (الإسراء: 23) ترجمہ: ''آپ کے رب کا حکم ہے کہ آپ صرف اسی کی عبادت کریں اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئیں''۔ 4) ﴿ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنۡ يُؤۡتِيَهُ الۡكِتَابَ وَالۡحُكۡمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوۡلَ لِلنَّاسِ كُوۡنُوۡا عِبَادًا لِّیۡ وَلٰكِنۡ كُوۡنُوۡا رَبَّانِيِّيۡنَ بِمَا كُنۡتُمۡ تُعَلِّمُوۡنَ الۡكِتَابَ وَبِمَا كُنۡتُمۡ تَدۡرُسُوۡنَ ☆ وَلَا يَاۡمُرَكُمۡ اَنۡ تَتَّخِذُوا الۡمَلَآئِكَةَ وَالنَّبِيِّيۡنَ اَرۡبَابًا اَيَاۡمُرُكُمۡ بِالۡكُفۡرِ بَعۡدَ اِذۡ اَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ﴾ (آل عمران: 79-78) ترجمہ: کسی بشر کے لئے لائق نہیں کہ اللہ اسے کتاب' حکم اور نبوت عطا کرے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ تم میرے بندے بن جاؤ' بلکہ (یہ کہے) کہ اس کتاب کی تعلیم کے مطابق جسے تم پڑھاتے اور پڑھتے ہو' اللہ کے بندے بنو۔ اور نہ اس کے لئے لائق ہے کہ وہ تمہیں حکم دے کہ تم فرشتوں اور انبیاء علیہم السلام کو رب بنالو' یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ آپ کو اسلام لانے کے بعد کفر کرنے کا حکم دیں؟''

مذکورہ آیاتِ مبارکہ سے واضح ہے کہ ہر قسم کی عبادت اللہ ہی کے لئے خاص ہے اور کسی قسم کی عبادت میں اللہ تعالی کے انبیاء علیہم السلام یا فرشتوں یا نیک لوگوں کو شامل کرنا جائز نہیں ہے۔

اور اللہ تعالی نے ان لوگوں کی تردید کرتے ہوئے جو کہ اللہ کے حق الوہیت اور ربوبیت میں غیر اللہ کو شریک کرتے ہیں' فرمایا ہے: ﴿ اِتَّخَذُوۡا اَحۡبَارَهُمۡ وَرُهۡبَانَهُمۡ اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ﴾ (التوبۃ: 31) ترجمہ: ''انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنالیا''۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر خود رحمت عالم ﷺ نے میرے سامنے بیان فرمائی' کہ جب وہ اسلام لانے کی غرض سے نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کے سامنے یہی آیت تلاوت فرمائی' حضرت عدی فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: ''إنّھم لم یعبدوھم'' کہ وہ ان کی عبادت تو نہیں کیا کرتے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیوں نہیں! جب ان کے علماء و بزرگان ان کے لئے حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دیتے تو وہ ان کی پیروی کیا

کرتے تھے، یہی توان کی عبادت تھی''۔

گویا کہ نبی اکرم ﷺ نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کے خلاف کسی کی بات پر عمل پیرا ہونے کو اس کی عبادت قرار دیا ہے۔ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ "أي الذنب أعظم عند الله ؟ قال : أن تجعل لله ندّا وهو خلقك "(بخاری ومسلم) ترجمہ :اللہ کے ہاں کونسا گناہ سب سے بڑا ہے ؟ تو آپ ﷺ نے جواب دیا: کہ تو اللہ کا کسی کو شریک بنائے حالانکہ اس نے آپ کو پیدا کیا ہے۔ (یہ اللہ کے ہاں سب سے بڑا گناہ ہے)

عبادت کا مفہوم =علامہ قرطبی فرماتے ہیں: "أصل العبادة التذلل والخضوع "عبادت درحقیقت کسی کے سامنے عاجزی اور درماندگی ظاہر کرنے کا نام ہے''۔

اور امام ابن قیّم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عبادة الرحمن غاية حُبّه مع ذلّ عابده وهما قطبان

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت کی بنیاد دو چیزوں پر ہے: ۱) محبت ۲) تعظیم۔ اور یہی عبادت کا قرآنی تصور ہے' ارشادِ باری ہے: ﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ﴾ (الأنبياء: 90)

ترجمہ: بلاشبہ وہ بھلائی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے اور محبت اور خوف سے ہمیں پکارتے تھے۔

یعنی محبت کے نتیجہ میں رغبت پیدا ہوتی ہے اور تعظیم سے دل میں رھبت اور خوف پیدا ہوتا ہے اور اوامر الٰہی کا تعلق محبت سے اور نواہی کا تعلق تعظیم سے ہے

عبادت کا جامع مفہوم یہ ہے: شیخ الاِسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: " العبادة إسم جامع لكل ما يحبه الله ويرضاه من الأقوال والأعمال الظاهرة والباطنة " ترجمہ: ''عبادت ایک ایسا جامع نام ہے جس سے تمام ظاہری وباطنی اقوال واعمال مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہیں اور جن پر وہ راضی ہوتا ہے''۔

لہٰذا ''عبادت ہر وہ کام ہے جو کسی مخصوص ہستی کی رضا کے لئے یا اس کی ناراضگی کے خوف سے کیا جائے' اس لئے صرف نماز روزہ' حج اور زکاۃ ہی عبادات نہیں بلکہ کسی مخصوص ہستی سے دعا والتجا کرنا' اس کے نام کی نذر ونیاز دینا' اس کے سامنے دست بستہ کھڑا ہونا' اس کا طواف کرنا اس سے طمع وخوف وغیرہ بھی عبادات ہیں'' اور توحید الوہیت یہ ہے کہ یہ کام صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے کئے جائیں۔ (تفسیر اُحسن البیان۔ سورۃ فاتحہ)

تشھّد کی دعا کا بھی یھی مطلب ھے : ''التحیات للہ والصلوات والطیّبات''۔ ''ہر قسم کی قولی' بدنی اور مالی عبادات اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں''۔ جیسا کہ رب العزت نے اپنے پیارے حبیب جناب محمد رسول اللہ ﷺ سے اعلان کروایا ہے: ﴿ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ☆ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾ (الأنعام: 162/163) ترجمہ: ''اے میرے نبی فرمادیجئے! بے شک میری نماز اور ہر قسم کی قربانی اور میری زندگی اور موت صرف اللہ کے لئے ہے' اس کا کوئی شریک نہیں' مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے زیادہ فرمانبردار ہوں''۔

دعا کرنا بھی عبادت ھے = ارشادِ ربانی ہے: ﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ﴾ (غافر :61-60) ترجمہ :اور تمہارے رب کا فرمان ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری پکار کو سنتا ہوں' بے شک وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب رسوا ہو کر جہنم میں داخل ہونگے۔

اس آیت میں ''اُدعونی'' کے بعد ''عبادتی'' کا لفظ واضح دلیل ہے کہ دعا عبادت ہے۔ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہی آیت تلاوت کرتے ہوئے فرمایا :" افضل العبادة الدعاء"۔ ''دعا کرنا افضل ترین عبادت ہے'' اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: " الدعاء هو العبادة "(اُبو داوُد' ترمذی) دعا عین عبادت ہے۔ الغرض ہر قسم کی عبادات' نماز' روزہ' حج' زکاۃ' صدقہ وخیرات' نذر ونیاز اور دعا کرنا اللہ تعالی ہی کے لئے ہیں' وہی نفع ونقصان کا مالک ہے' مشکلات میں صرف اسی کو پکارنا اور اسی سے مدد طلب کرنی چاہیئے۔

توحیدِ اسماء وصفات = یعنی وہ اسماءِ حسنی جو اللہ تعالی نے اپنے لئے منتخب فرمائے ہیں اور جن جن صفاتِ کمال کے ساتھ اپنی ذاتِ بابرکات کو یا رسول اکرم ﷺ نے اللہ تعالی کو موصوف کیا ہے' ان کے بارے میں عقیدہ رکھا جائے کہ وہ تمام نام اچھے اور تمام صفاتِ بلند ہیں اور اللہ تعالی کو ان میں یکتا وتنہا تسلیم کیا جائے اور جس طرح اللہ تعالی کے اسمائے حسنی اور صفاتِ با کمال کتاب اللہ اور حدیثِ پاک میں مذکورہ ہیں ان کی حقیقت کو اسی طرح تسلیم کیا جائے اور ہر قسم کی تأویل' تحریف' تعطیل' تمثیل اور تشبیہ سے گریز کیا جائے۔ ارشادِ باری ہے: ﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴾ (شوری: 11) ترجمہ :اس کی مثل (اللہ تعالی کی) کوئی چیز نہیں' وہ خوب سننے اور دیکھنے والا ہے۔ نیز فرمایا: ﴿ فَلَا تَضْرِبُوا لِلَّهِ الْأَمْثَالَ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴾ (النمل: 74) ترجمہ: ''پس اللہ تعالی کے لئے مثالیں مت بناؤ' اللہ تعالی خوب جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

یعنی اللہ تعالی کو اس کی مخلوق پر اور اسکی صفاتِ با کمال کو مخلوق کی صفات پر قیاس کرنا جائز نہیں' مثلاً یہ مثال دینا کہ بادشاہ سے ملنا ہو یا اس سے کوئی کام ہو تو کوئی براہ راست بادشاہ سے نہیں مل سکتا' پہلے بادشاہ کے مقربین سے رابطہ کرنا پڑتا ہے تب جا کر بادشاہ تک رسائی ہوتی ہے' اسی طرح اللہ کی ذات بہت اونچی ہے اس تک پہنچنے اور اپنی بات پہنچانے کے لئے ہمیں کسی واسطے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اللہ تعالی نے ایسی مثالیں بیان کرنے سے منع کر دیا ہے کیونکہ اللہ تعالی کو اسکی کمزور مخلوق پر قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے' مثلاً بادشاہ جہاں تخت نشین ہے وہاں سے نہ اپنی پوری رعایا کو دیکھ سکتا ہے اور نہ بغیر ذریعہ کے ان کی بات کو سن سکتا ہے اور پھر اسے اپنی حفاظت کے لئے محافظوں کی ضرورت ہوتی ہے' لیکن اللہ تعالی ان چیزوں سے پاک ہے' اس لئے اسکو مخلوق پر قیاس کرنا قطعًا جائز نہیں ہے۔

کلمه طیّبه کی شروط = کلمہءِ توحید کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے جن شرائط کا پایا جانا ضروری ہے علمائے امت نے ان کو سات شرائط میں محصور کیا ہے۔

1۔ **علم** = یعنی کلمہ طیّبہ کے معنی ومفہوم سے آگاہی اور نفی واثبات کے تقاضوں سے واقفیت حاصل کرنا، کیونکہ کسی بھی چیز کے بارے میں کوئی نظریہ قائم کرنے سے پہلے اس سے آگاہی اور واقفیت ہونا ضروری ہے، ارشاد باری ہے: ﴿ فَاعۡلَمۡ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ (سورہ محمد: 19) ترجمہ: ''اچھی طرح جان لو! کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں''۔

جس سے اظہر من الشمس ہے کہ کلمہ کے معانی ومطالب کو جاننا فرض اور ضروری ہے۔

2۔ **یقین** = یقین شک کی ضد ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ لا اِلٰہ اِلا اللہ کا پڑھنے والا یہ اعتقاد رکھے کہ صفاتِ الوہیت کا حق دار صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کسی دوسرے میں ان صفات کا پایا جانا ناممکن اور محال ہے اور کلمہ کے تقاضوں پر ایسا یقینِ جازم ہو جو شک کے منافی ہے۔ارشادِ باری ہے: ﴿ اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِيۡنَ آمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ ثُمَّ لَمۡ يَرۡتَابُوۡا وَجَاهَدُوۡا بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ فِيۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اُوۡلٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوۡنَ ﴾ (الحجرات: 15) ترجمہ: مؤمن وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لاتے ہیں پھر شک وشبہ نہیں کرتے اور اپنے مالوں اور جانوں کے ذریعے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں، یہی لوگ سچے ہیں۔

3۔ **اخلاص** = یعنی ''لا اِلٰہ اِلا اللہ'' کا پڑھنے والا جس طرح اللہ کی الوہیت کا اقرار کرتا ہے، اسی طرح غیر اللہ سے برأت کا اظہار بھی کرے، اسی لئے ''لا اِلٰہ اِلا اللہ'' کو کلمہ اخلاص کہا جاتا ہے اور ''قل ھواللہ اُحد'' کو سورۃ اخلاص اسی لئے کہتے ہیں کہ اس میں خالص اللہ کی توحید کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہر قسم کے رشتے، شریک اور ہمسر کی نفی کی گئی ہے، لھذا یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ کرنے والا ہے لیکن فلان بھی کچھ کم نہیں، یہ اخلاص کے منافی ہے۔

4۔ **صدق** = صدق، کذب یعنی جھوٹ کی ضد ہے یعنی کلمہ گو صدقِ دل سے اس کا اقرار کرے، صرف زبانی اقرار کام نہیں آئے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کا تذکرہ کیا ہے کہ وہ زبان سے تو کلمہ پڑھتے تھے لیکن ان کے دل اس کی تصدیق نہیں کرتے تھے۔ ارشاد ہے: ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّقُوۡلُ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالۡيَوۡمِ الۡآخِرِ وَمَا هُمۡ بِمُؤۡمِنِيۡنَ ﴾ (البقرۃ: 8) ترجمہ: بعض لوگ کہتے تو ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لائے حالانکہ در حقیقت وہ مؤمن نہیں ہیں۔اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" ما من أحد يشهد أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله صدقا من قلبه إلّا حرمه الله على النار "(بخاری: کتاب العلم) ترجمہ: جو شخص سچے دل سے یہ گواہی دے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم کی آگ پر حرام کردے گا''۔

5۔ **محبت** = مرغوب اور پسندیدہ چیز کی طرف طبیعت کے میلان کو محبت کہتے ہیں اور یہ نفرت کی ضد ہے، اور یہاں محبت سے مراد یہ ہے کہ آدمی کو اور اس کے تقاضوں سے محبت اور الفت ہو اور اس کے دل میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ہر چیز سے حتی کہ اپنی جان سے بھی زیادہ ہو اور اسی طرح اسے ان مؤمنوں سے محبت ہو

جو لا إلہ إلا اللہ پر کار بند اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے والے ہوں اور ان لوگوں سے دل میں نفرت ہو جو اسکے تقاضوں کو پورا نہیں کرتے' اس لئے کہ جسے اللہ تعالی اور اسکے رسول سے محبت ہوگی وہ لازما اللہ کے دین سے محبت کرے گا اور اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرے گا اور شرک اور مشرکانہ عقائد واعمال سے نفرت کرے گا ۔ارشادِ باری ہے: ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ﴾ (البقرۃ:165) ترجمہ: بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالی کے علاوہ دوسروں کو اللہ تعالی کا شریک بنا کر ان سے بھی ویسی ہی محبت رکھتے ہیں جیسی کہ اللہ تعالی سے' اور ایمان والے اللہ تعالی کے ساتھ سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں ۔

حضرت ابو زرین العقیلی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا: " یارسول اللّٰہ ! ما الإیمان ؟ فقال أن تشھد أن لا إله إلا اللّٰہ وحدہ لا شریك له وأن محمدا عبدہ ورسوله 'وأن یکون اللّٰہ ورسوله أحب إلیك مما سواھما "(مسند أحمد) ترجمہ: اے اللہ کے رسول ﷺ! ایمان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ایمان یہ ہے کہ تو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں' وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں' اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور یہ کہ اللہ اور اس کے رسول تیرے ہاں سب سے زیادہ محبوب ہو جائیں''۔

6۔ **انقیاد** = انقیاد' خضوع' تابعداری اور سر تسلیم خم کر دینے کو کہتے ہیں' اور یہاں اس سے مراد یہ ہے ''لا إلہ إلا اللہ'' اور اس کے تقاضوں کا ظاہری و باطنی طور پر تابع ہو جائے اور یہ اس وقت ہو گا جب انسان اللہ تعالی کے عائد کردہ فرائض پر عمل پیرا ہو اور اسکی حرام کردہ چیزوں کو ترک کر دے ۔ ارشادِ ربانی ہے: ﴿ وَاَنِيْبُوْۤا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴾(الزمر: 54) ترجمہ: اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کے مطیع بن جاؤ اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آجائے اور پھر تمہاری مدد نہ کی جاسکے۔

7۔ **قبول** = قبول کا مطلب ہے کہ کسی چیز کو دل کی خوشی سے لے لینا اور یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ کلمہ توحید اور اسکے تقاضوں کو بسر و چشم قبول کر لینا ان میں سے کسی چیز کا انکار نہ کرنا اور اس کے مقصود و مراد پر عمل پیرا ہونے کو جبر یا زبردستی نہ سمجھنا بلکہ بتسلیم ورضا قبول کرنا۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْا آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ☆ بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَ صَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴾ (الصافات: 35) ترجمہ: بلاشبہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود برحق نہیں تو وہ تکبر کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ کیا ہم اس شاعر اور دیوانے کی خاطر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں؟ حالانکہ (ہمارا نبی) حق لیکر آیا تھا اور اس نے رسولوں کی تصدیق کی تھی۔

علامہ محمد امین شنقیطی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''یعنی اس کلمہ کو قبول کرنے میں تکبر کیا کرتے ہیں اور اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ رسولوں کی اتباع کریں۔'' (أضواء البیان: 6/685)